ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

محمد خالد اختر کے ناول "چاکی واڑہ میں وصال" کے مزاحیہ کردار

The Humoristic Characters of Muhammad Khalid Akhtar's novel "Chakki Wada Mein Wisaal"

ا۔افتخار احمد، پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
۲۔ڈاکٹر محمد رحمان، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

1.Iftikhar Ahmad, Research Scholar PhD Department of Urdu Hazara University Mansehra
2.Dr. Muhammad Rahman, Assistant Professor Department of Urdu Hazara University Mansehra

Abstract
"Chakki Wada Mein Wisaal" is the novel of Muhammad Khalid Akhtar which influenced Urdu literature and every class of readers and this novel became his fame. He was undoubtedly a writer of a unique style. His novel "Chakki Wada Mein Wisaal" is an interesting creation. The famous poet and writer Faiz Ahmad Faiz called this novel by Muhammad Khalid Akhtar as an important novel of Urdu and also intended to make a movie on it. Muhammad Khalid Akhtar chose humor in the House of Literature. In the two layers of identification of hypocrisy and understanding of human stupidity, Khalid's inclination was towards satire. In prose, Khalid's style of feeling is dominated by the color of the West. He actually conveys the impermanence that is characteristic of modern thought through the seemingly uncut translation of the English narrative. To read Khalid Akhtar is not to meet the modern man, but to meet modernity itself. In this article the Humoristic characters including Iqbal Hassan Changezi and Shekh Qurban Ali Kattar etc. has been discussed.

Key Words:
Muhammad Khalid Akhtar, "Chakki Wada Mein Wisaal", prose, Urdu literature, interesting creation, Faiz Ahmad Faiz, House of Literature, human stupidity, Khalid's style, impermanence, English narrative, modernity, Humoristic characters, Chacha Abdulbaqi, Iqbal Hassan Changezi, Shekh Qurban Ali Kattar.

کردار کسی بھی فن پارے کا جزو لازم ہوتے ہیں۔ یہ وہ اشخاص قصہ ہوتے ہیں جن کے ذریعے نہ صرف کہانی آگے کی طرف سفر کرتی ہے بلکہ پلاٹ میں تحرک بھی پیدا کرتے ہیں۔ نظم و نثر ہر دو اصناف میں ان کی شمولیت واضح ہوتی ہے بہت سارے نظم گو شعرا کے ہاں کرداری نظموں کی فراوانی ہے بعض کلاسیکی غزلیات میں بھی کردار نگاری نے ہی شعر کے معنی و مفاہیم متعین کیے ہوتے ہیں۔

فکشن میں خاص طور سے کردار نگاری کا عمل دخل ہوتا ہے۔ کردار نگاری کی فنی خوبی کے ساتھ ہی ایک اور فنی خوبی بھی منسلک ہوتی ہے جس کو مکالمہ نگاری کہتے ہیں یہ کرداروں کی نفسیات کا پتا دیتی ہے۔

کردار نگاری کی تعریف اور تقاضے بیان کرتے ہوئے ابو الاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

> "کہانی کے واقعات جن افراد قصہ کو پیش آتے ہیں انہیں اصطلاح میں کردار کہا جاتا ہے۔ ایسی ہر صنف ادب میں جس میں کہانی کا دخل ہو وہاں لازماً کے داروں سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ چنانچہ کسی کسی داستان ،ناول، افسانے، ڈرامے یا کسی منظوم کہانی پر بحث کرتے ہوئے اور اس کا ادبی مقام متعین کرنے کی غرض سے ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ اس کے مصنف نے کتنے زندہ کردار تخلیق کیے ہیں اور کردار نگاری کی کیسی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔"(۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ہر بڑے فن پارے کی طرح خالد اختر کے فن پاروں کا دارومدار بھی کردار نگاری پہ ہے۔ خالد اختر کو اس فنی عنصر کے برتنے میں خاص مہارت حاصل ہے۔ اتنی مہارت کہ انہوں نے اپنے سفر ناموں اور مختصر مزاحیہ کہانیوں میں بھی کردار نگاری کی خوبیوں کو برتا ہے۔ ان کے بہت سارے معروف کردار اردو ادب میں زندہ و جاوید ہو گئے ہیں جن میں "چچا عبدالباقی" کا کردار ہے اسی طرح "چاکی واڑاہ میں وصال" میں بھی کردار نگاری کی فنی خوبی نے ناول کی فکر کو متمتع کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ "چاکی واڑاہ میں وصال" کے تین مرکزی کردار ہیں جن کی وجہ سے اس ناول کی کہانی آگے بڑھتی رہتی ہے۔ جو ناول میں تحرک کا باعث ہیں۔

یہ کردار خالصتاً خالد اختر کے تخیل کی اختراع ہیں لیکن چاکی واڑہ جیسے علاقے کی تہذیب میں ایسے کردار اکثر و بیشتر حواسی سطح پہ مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں۔

یہ شگفتہ ناول واحد متکلم کی زبانی بیان ہوا ہے۔ واحد متکلم جس کا نام اقبال حسن چنگیزی (پروپرائیٹر اینڈ مینجنگ ڈائریکٹر اللہ توکل بیکری و ریستوران، چاکی واڑہ) ایک ایسا شخص ہے جو ادیوں، شاعروں اور مصنفوں کو اپنا ہیرو قرار دیتا ہے اور اس کی آٹوگراف بک پر شیخ اے ڈی کھوکھر سے لے کر چودھری نرگس بغدادی تک کے آٹوگراف موجود ہیں۔ شیخ قربان علی کٹار ایک معروف جاسوسی ناول نگار ہیں جو لاہور کے ناشروں اور دیگر تلخ تجربوں سے تنگ آکر ۱۹۴۶ء میں کراچی منتقل ہو گیا۔ یہاں اقبال چنگیزی اور قربان علی کٹار کی ملاقات ہوئی۔ ایک شام، اقبال، ڈاکٹر غریب محمد سے مل کر واپس گھر کی طرف لوٹ رہا تھا کہ اس کی نظر اپنے پرانا شناسا، پروفیسر (معالج امراض و روحانی و جسمانی) پر پڑی۔ پروفیسر صاحب کے ہمراہ ایک سینگوں والا سیاہ بکرا، سرخ لہنگا پہنے ایک بندریا، ریچھ اور ایک دبلا زرد و طویل قامت شخص تھا۔
یہ شخص قربان علی کٹار گوجر انوالی ہی تھا اور اقبال چنگیزی اس کا ایک پرانا مداح تھا۔ تینوں حیوان ایک ہی گھاٹ پر چائے پیتے ہیں۔ پروفیسر صاحب ہوٹل سے رخصت ہوئے تو اقبال، کٹار کو اپنے فلیٹ پر لے آتا ہے۔ یوں تاریخ کی ایک عظیم ترین دوستی کا آغاز ہوا اور مصنف کے بقول "یہ مجھ سے روپے ادھار مانگنے میرے خرچ پر سینما دیکھتے۔ میری قمیص اور ٹائیاں استعمال کرنے کی ایک پر درد کہانی ہے۔ کٹار کا مزاج عاشقانہ ہے اور بارہویں عشق کے آغاز پر وہ اقبال ہار گاڑی اور پھندنے والی چوکور سی ٹوپی (لباس عالمانہ) ادھار مانگتا ہے۔ اس مرتبہ اسے اپنے ہمسائے اور لی مارکیٹ کے ایک قصاب کی رضیہ نامی بیٹی سے عشق ہو جاتا ہے۔ کٹار اپنے ناولوں کے ہیروؤں کے برعکس ایک ڈرپوک اور بزدل عاشق تھا۔ اسے اپنی ایک عزیزہ کا علم ہوا تھا کہ رضیہ ادبی ذوق کی حامل ہے اور پروفیسروں کو پسند کرتی ہے۔ کٹار نے اس اطلاع کی روشنی میں ایک منصوبہ بنایا کہ جس کے مطابق اسے پروفیسر کا روپ اختیار کرنا تھا۔ تاکہ وہ اس کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اقبال اسے پروفیسر کی مطلوبہ اشیا مہیا کرتا ہے۔ اقبال، رضیہ کو دیکھنے کے لیے کٹار کے فلیٹ پر جاتا ہے جہاں وہ پروفیسر کے حلیے میں موجود تھا۔ کٹار ہی سے قبل وہ رضیہ کی ایک جھلک دیکھ لیتا ہے۔ وہ واقعی ایک خوبصورت مکرانی دوشیزہ تھی۔ کٹا اور اقبال کے مابین عشق کی کامیابی کے سلسلے میں بہت سے صلاح مشورے ہوئے۔ عاشق کو محبوبہ کے قصائی باپ سے ملاقات کا مشورہ بھی دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ اقبال کی قصاب سے سر راہ ملاقات ہوتی ہے اور قصاب کٹار کی نظر بازی کے بارے میں ناپسندیدہ جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ بہر حال اقبال کی تشویق پر کٹار، قصاب کے پاس جاتا ہے لیکن گالیوں اور دھمکیوں سے اس کی تواضع ہوتی ہے۔ اس پر وہ غیر شاسوار خان سے رابطہ کرتا ہے اور محبوب کے وصال کے لیے طلسمی انگوٹھی خرید کر علمی عمل کا آغاز کرتا ہے۔ اس عمل کی بدولت کٹار کی زندگی میں واضح تبدیلی آتی ہے اس کے وہ تخلیقی سوتے جو سوکھ گئے تھے پھر سے ہرے ہو جاتے ہیں۔
اس کے ذہن میں نئے نئے ناولوں کے پلاٹ آتے ہیں۔ وہ ایک مداح (اقبال) کے لیے یہ ایک خوش کن تبدیلی تھی لیکن یہ تبدیلی عارضی ثابت ہوئی اور چند ہی دنوں بعد وہ طلسمی عمل کے نتیجے اوہام اور خوف کا شکار ہونے ہونے لگے۔ اسے کوئی فغفور جن نظر آنے لگا تھا۔ اس دوران میں رضیہ اپنی بیمار خالہ کے پاس حیدر آباد چلی گئی۔ یہاں ارشاد پشمی (مشہور انقلابی شاعر) کہانی میں داخل ہوتا ہے۔ اقبال اس کا بھی مداح ہے اور اس کی اپنے ریستوران میں خدمت کرتا ہے۔ بعد ازاں یہ فاقہ کش شاعر اس ریستوران میں باورچی کی ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔
ناول کے آخری منظر میں خوش فہمیوں اور خود فریبیوں کا شکار قربان علی کٹار خیالوں ہی خیالوں میں طلسمی انگوٹھی سے راضیہ کے ساتھ بھاگ جانے کا پروگرام بناتا ہے۔ کٹار اور اقبال، شام کے وقت رضیہ کی آمد کے منتظر تھے کہ بجلی چلی جاتی ہے۔ بجلی آئی تو اقبال نے دیکھا کہ کٹار کے بازوؤں میں محبوب کے بجائے پالتو آوارہ کتا "مسافر" تھا۔ اسحوالے سے انور سدید کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

> ""چاکی واڑہ میں وصال" ایک دلچسپ اور شگفتہ ناول ہے۔ اس کی ضخامت اور دامن کی وسعت کو دیکھتے ہوئے اسے ناولٹ کہا جاسکتا ہے، تاہم ناقدین نے اس کا مطالعہ ایک ناول کی حیثیت ہی سے کیا ہے۔ یہ رومان، حقیقت، فنتاسی، طنز اور ظرافت کا ایک حسین امتزاج ہے اور اس امتزاج کی نمائندگی ناول کے کرداروں نے بطریق احسن کی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

یہ ایک کرداری طرز کا ناول ہے اور اس میں اتنی عمدہ اور ماہرانہ کردار نگاری ہے کہ قاری کی توجہ پلاٹ کی جانب مبذول ہی نہیں ہو پاتی۔ اس ناول میں پلاٹ کی بالکل ثانوی حیثیت ہے اور اس لیے مصنف نے اس کی چولیں پانے کی کچھ زیادہ سنجیدہ کوشش نہیں کی۔(۲)

اس ناول کے تمام کردار نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ شرفا اور اشرافیہ سے الگ تہذیب رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کو غربت اور پسماندگی جیسے مسائل سے بھی واسطہ پڑتا ہے لیکن یہ لوگ اپنی زندگی کی رنگا رنگیوں اور خوش فہمیوں کی بدولت زندگی کے تمام مراحل جھیل جاتے ہیں۔ اس ناول کی کردار نگاری پہ بات کرتے ہوئے اشفاق احمد ورک لکھتے ہیں۔

"محمد خالد اختر نے نچلے طبقے کے کرداروں کی زندگی اور مسائل و ماحول سے اپنے ناول کا فریم ورک بنایا ہے۔ انہوں نے رومان اور مزاح کے امتزاج کے ساتھ "چاکی واڑہ میں وصال" تخلیق کیا۔"(۳)

سب سے پہلا کردار جو کہ اس ناول کا راوی بھی ہے، اقبال حسن چنگیزی ہے جو کہ ایک بیکری میں مینجر ہے۔ ناول میں اس کی پہلی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ہیرو پرستی کا مادہ رکھتا ہے۔ لکھاریوں سے تعلق بنانے میں اسے فخر محسوس ہوتا ہے۔ اس کو ادب کی کچھ خاص شدھ بدھ نہیں ہے لیکن لکھاریوں سے تعلق ہی اسے تفاخر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے ناول کا ایک اقتباس دیکھیں:

"میرے اپنے ہیرو۔۔۔ میرے حقیقی ہیرو وہ لوگ ہیں جو کتابیں لکھتے ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کیسی کتابیں لکھتے ہیں۔ کیونکہ میں ان کتابوں کو کبھی نہیں پڑھوں گا میں مصنفوں میں ان کو ترجیح دیتا ہوں جو ادیب شہیر یا مصور جذبات بن چکے ہیں اور اس لیے ہیرو ورشب کے لیے موضوں ترین تسلیم کیے جا چکے ہیں، مگر ان ادبی شیروں کے علاوہ ہر شخص جس نے کوئی کتاب لکھی ہے خواہ وہ پکی روٹی کا مصنف ہی کیوں نہ ہو ہیرو سے میرا اپنا سگا بھائی ہے۔"(۴)

اقبال چنگیزی قربان علی کٹار کی نفسیات سے اچھے طرح سے واقف ہے اس کو کٹار کے ادبی مقام و مرتبے کا بھی پتا ہے۔ ساتھ ساتھ اسے کٹار کی خوش فہمیوں اور خوش گمانیوں کا بھی علم ہے، اس لیے جب اس کی قربان علی کٹار سے پہلی ملاقات ہوتی ہے اور قربان علی کٹار اس سے اپنا تعارف کرواتا ہے تو اقبال چنگیزی اس کی مبالغہ آمیز حد تک تعریف کرتا ہے، اور ساتھ ساتھ اس کی نفسیات پہ بھی کچھ روشنی ڈالتا ہے اس حوالے سے ناول کا ایک اقتباس دیکھیے:

" آپ کا مطلب ہے آپ شیخ قربان علی کٹار ہے ہیں جنہوں نے "بدمعاش حسینہ" لکھی۔ اردو ادب کا ہولناک ترین اور دلکش ترین رومان، میں نے وارفتگی میں کہا "یہ میرے لیے کیسی خوش نصیبی کا دن ہے کہ اس وقت اردو ادب کے ہارڈی اور ادیب شہیر سے کھڑا ہوا یہ گفتگو کر رہا ہوں!" آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قربان علی کو عمر بھر ایسی وارفتہ تعریف اور پرستار ہی کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس کے پبلشر نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ کتنا مقبول ہے اور اس لیے میری تعریف اور عقیدہ نے جہاں اس کے زرد گالوں پر خوشی اور فخر کی سرخی دوڑائی، وہاں اسے کچھ بوکھلا بھی دیا اور شرم سار بھی کر دیا۔ وہ ایک اعصابی سا آدمی تھا۔۔۔ اور قربان علی پر زندگی میں کبھی کوئی اس شدت سے قربان نہ ہوا تھا۔"(۵)

درج بالا اقتباس سے قربان علی کٹار کی شخصیت کا پورا خاکہ ہماری نظروں کے سامنے گھوم جاتا ہے کہ وہ کس قدر تعریف کا بھوکا شخص ہے۔ اس کو اپنی تخلیق کی سطحیت کا ادراک ہی نہیں ہے۔ وہ خود فریبی کا مارا شخص ہے۔ یہی خود فریبی ناول میں اکثر جگہوں پہ دلچسپ اور مضحکہ خیز صورت حال کو جنم دیتی ہے جس سے طنز و مزاح کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ ناول کا تیسرا کردار پروفیسر شہسوار خان کا ہے جو کہ خود ساختہ ماہر طلسم و تعویذ ہے۔ وہ اپنی ولایت کا رعب ہر کسی پہ گانٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

جب راوی سے پروفیسر شہسوار کی پہلی ملاقات ہوتی ہے تو وہ بھی دل چسپی سے خالی نہیں ہوتی۔ لکھاری نے پروفیسر شہسوار کی مضحک نفسیات کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور اس کے سماجی اور نفسیاتی پس منظر کو ملحوظ رکھ کر ہر واقعہ کو بیان کیا ہے۔ پروفیسر شہسوار حسین اور راوی کی ملاقات کا احوال یوں بیان ہوا ہے:

" اس نے انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اس کی ذات ابھی بتانے کی اجازت نہیں دیتی"

شاہ صاحب! آپ لاہور تشریف لے گئے تھے کیا؟ میں نے اصرار کیا۔

"ہم اتنا بتا سکتے ہیں کہ ہم عالم بشرات میں نہیں تھے" یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ عالم جنات میں سیر کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔

"یہ بھی آپ کے ساتھ گئے تھے" میں نے تینوں پالتوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

شاہسوار خان نے مجھے جلال میں آکر دیکھا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم دوسرے طبق میں شاہ جنات حضرت سلیمان سے چند امور روحانیہ پر تصفیہ کرنے گئے تھے۔ تم قطب تو نہیں ہو؟"

میں نے اقرار کیا میں واقعی قطب ہوں۔"(٦)

اس ناول کے راوی اور مرکزی کردار اقبال چنگیزی نے جوں توں کر کے قربان علی کٹار سے دوستی نبھائی اور اس کی ہر موقع پہ مدد کی اسی طرح سے وہ اپنے لباس کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ جو کہ قربان علی کٹار کے زیر استعمال رہتا ہے۔

"مجھ سے دوستی کے بعد اس میں واضح تبدیلی یہ آئی کہ جہاں وہ پہلے چاکی واڑہ کے بدحال ترین شہریوں میں سے نظر آتا تھا اب وہ تقریباً زیادہ وقت خوش پوشاک رہنے لگا۔ اس کے دوستوں نے اس حیرت انگیز تبدیلی پر تعجب کیا مگر بہت کم وہ اس کا علم تھا کہ اس کی اس خوش پوشاکی سے کسی کسی دوسرے کے سینہ پر سانپ لوٹ رہے ہیں اور یہ کہ یہ نئے چست کپڑے اس کے اپنے نہیں۔"(٧)

لکھاری نے بہت فنکارانہ اپج کے ذریعے اس ناول کے کرداروں کی حرکات و سکنات اور ان کے نفسی و سماجی پس منظر کو ملحوظ رکھ کر کہانی کو آگے بڑھایا ہے۔ اس ناول کی کہانی کو جہاں بھی مہمیز کی ضرورت پڑی ہے کرداروں نے ہی یہ کام سرانجام دیا ہے۔

ذیل میں ایک اقتباس دیکھیے کہ جس میں قربان علی کٹار کی شخصیت کا کا تاثر اس کے دوست اقبال حسن چنگیزی نے لیا ہے۔ یا جو امیج بنا رکھا ہے، اور وہ اس دوسری سے جتنا زچ ہے لیکن کٹار کچھ بھی سمجھنے سے قاصر ہے اس صورت حال کو راوی نے یوں بیان کیا ہے:

"وہ میرے بازو میں ہاتھ ڈال کر مجھے بیکری میں لے گیا، اس نے ایک لاابالیانہ انداز میں ایک طشتری سے ملائی کی ایک خطائی اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے کہا "بھائی چنگیزی بات یہ ہے کہ تمہارے پاس۔۔۔

میں نے جلدی سے بات کاکاٹتے ہوئے کہا "نہیں شیخ قربان علی! میرے پاس اب صرف ایک یہی قمیض باقی رہے گا۔ یہی ہے جو میں نے پہن رکھی ہے تمہیں اگر یقین نہ ہو تو اوپر چل کر میرے کپڑوں کے الماری اور میرا ٹرنک دیکھ سکتے ہو۔"(٨)

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ناول میں واقعاتی مزاح اور طنز و مزاح کے دوسرے لوازم کو کرداروں کے مضحک خاکوں اور خاص طور سے اس ناول کے مرکزی کردار قربان علی کٹار کی حد سے بڑھی ہوئی خوش فہمیوں نے (جو کہ غلط فہمیوں کی حد تک بڑھ گئی ہیں) زیادہ مضحک بنا دیا ہے۔ جب کٹار اپنے دوست چنگیزی کو اپنے بارھویں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

عشق کی داستان سنا رہا ہوتا ہے تو وہ یقین کی حد تک پہنچا ہوتا ہے کہ اس کی یہ والی محبوبہ اس سے بہت محبت کرتی ہے۔ جبکہ اس کا دوست چنگیزی اس کی حد سے بڑی خوش فہمیوں کو جانتے ہوئے اسے ایسے نکتے کی طرف متوجہ کرتا ہے جس کی طرف وہ توجہ کرنا ہی نہیں چاہتا اور اپنی بات پہ بضد رہتا ہے۔

" مثلاً آج شام جب میں گلی میں سے گزرا، وہ اپنے فلیٹ کی بالکونی میں کھڑی تھی۔ اپنے دور از سیاہ گیسو پھیلاتے مجھے دیکھ کر وہ اندر نہیں گئی بلکہ اسی طرح کھڑی رہی۔ اب اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

"اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہیں کوئی اہمیت ہی نہ دی ہو، میں نے کہا اور ہر کوئی گلی میں سے گزر سکتا ہے۔ اور وہ اپنے فلیٹ کی بالکونی میں سارا دن کھڑی رہ سکتی ہے۔ محض اس وجہ سے کہ یہ اس کے فلیٹ کی بالکونی ہے۔

خیر! ان باتوں کو چھوڑو، چنگیزی یار وہ کاؤنٹر کے پیچھے رکھی ہوئی اونچی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا جلدی جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ "تم عورتوں کے ان لطیف اور گہرے اشاروں کنایوں کو نہیں جانتے جن سے وہ عاشقوں سے اپنی محبت جتاتی ہیں، دراصل تمہارا مطالعہ قلیل ہے۔"(۹)

درج بالا اقتباس کو دیکھا جائے تو صورت حال مزید واضح ہو جاتی ہے کہ کٹار اپنی ضد اور اپنی محبوبہ کی طرف سے التفات محبت پر قائم ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اس کا یار چنگیزی اسے صورت حال کا حقیقت پسند جائزہ لینے کا مشورہ دیتا ہے جو کسی صورت کٹار کو قابل قبول نہیں ہوتی۔ اقبال چنگیزی جو کہ ناول کا راوی ہے اور کٹار جو کہ اس کا دوست ہے۔ ایک خواب پرست ہے اور ایک نام نہاد ناول نگار۔ ان دونوں کرداروں کی نفسیات اور حرکات و سکنات بیان کرتے ہوئے اشفاق احمد ورک لکھتے ہیں:

"ان دونوں مرکزی کرداروں میں ایک ادیب ہے اور دوسرا ادیب پرست۔ اسی ادب پرستی کے جذبہ کے تحت ان کے درمیان تاریخ کی وہ ابدی دوستی قائم ہوتی ہے کہ جسے نبھانے کے لیے اقبال چنگیزی کو بار بار ادھار دینا پڑتا ہے کہ شیخ کٹار کبھی دوستی کا واسطہ دے کر کبھی انسانی ہمدردی کا جذبہ اجاگر کر کے، کبھی اپنے عشق کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کا مژدہ سنا کر اور کبھی اسے روشن اور خوش حال مستقبل کی جھلک دکھا کر روپے، کپڑے، جوتے، ٹائیاں، گاؤن، ٹوپی، بہترین کھانا اور مفت سینما دکھانے کی "قربانی" حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مصنف نے قربان علی کٹار کی انھی حیلہ سازیوں اور اقبال چنگیزی کی مجبوریوں سے جابجا مزاح کی پر لطف کیفیت پیدا کی ہے۔"(۱۰)

اس ناول کا سدا بہار کردار قربان علی کٹار ہی ہے۔ اس کی حد سے زیادہ جذباتیت، خوش فہمی اور خود کو بے بدل ناول نگار سمجھنے جیسے عقائد نے اسے ایک دل چسپ کردار بنا دیا ہے۔ اس کی نفسیات کو راوی عمدہ طریقے سے بیان کرتا ہے۔ اقبال چنگیزی کٹار کی ادھار مانگنے والی عادت سے بہت زچ ہے اور پھر اس سے بھی زیادہ زچ اس کے ادھار کے کر واپس نہ کرنے والے رویے کی وجہ سے ہے۔ اس حوالے سے ناول نگار لکھتا ہے کہ

"ایسی نظر میں نے قربان علی کٹار کی آنکھوں میں کئی بار دیکھی یہ اس آدمی کی نظر تھی جو ادھار مانگنے لگا ہو۔"(۱۱)

پھر وہ اس کے ادھار لے کر واپس نہ کرنے کی عادت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"دوسروں کی اشیاء کو یوں ضمیر کی چبھن کے بغیر اپنا لینے کے مشکل آرٹ میں بہت کم اس کے مقابل ہوں گے۔"(۱۲)

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

تیسرا کردار جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے وہ پروفیسر شہسوار کا ہے جو کہ اپنے تیئں قطب بنا ہوا ہے اور کاروائی مخلوق کی باتیں کرتا ہے اس نے اپنا دھندہ خوب جمایا ہوا ہے۔اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے مافوق الفطرت کارناموں کی داستانوں سے لوگوں کو مرعوب کرے کہ لوگ اس کی ولایت پہ یقین کرنے لگ جائیں اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

" میں نے پیغام بھیجا ہیلو شاہسوار خاں بول رہا ہے۔ حضور والا وہ تینوں جن تائب ہو گئے ہیں اور گڑ گڑا کر عرض کرتے ہیں کہ ان کا قصور معاف کیا جائے سلیمان مشکل کشا نے فرمایا کہ ان کو لے کہ فوراً بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ ان جنات کو ساتھ میں لے کہ پھر مکان جنات میں پہنچا۔"(۱۳)

راوی چونکہ قربان علی کٹار اور پروفیسر شہسوار دونوں کی فطرت سے واقف ہوتا ہے اور اس نتیجے پہ پہنچتا ہے کہ قربان علی کٹار پروفیسر شہسوار کے مقابلے میں زیادہ بے ضرر ہے۔اس لیے وہ قربان علی کٹار کو پروفیسر سے چھٹکارہ پانے کا مشورہ دیتا ہے جب پروفیسر شہسوار قربان علی کٹار کے فلیٹ میں آکر رہتا ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

" کٹار !تم غلطی کر رہے ہو، میں نے اسے تنبیہ کی، یہ پروفیسر شاہسوار خاں ایک جونک ہے۔تمہاری مالی حالت ایسی استوار نہیں کہ تم اس کو اور اس کے ساتھیوں ملا ہوسے' وغیرہ کو اپنے پاس رکھ سکو۔یہ مصیبت مول لے کر تم نے اپنے گدھے ہونے کا ثبوت دیا ہے۔"(۱۴)

مظہر جمیل کے بقول:

""چاکی واڑہ میں وصال"کا ہر کردار اپنی ذات میں ایک عالم خواب، جہان طلسم لیے ہوئے ہے جو عالم حقیقی میں ممکن ہے کوئی وجود معنی اور جواز نہ رکھتے ہیں لیکن ان کے ہونے کے امکانات اور جواز سے انکار شاید ہی ہو سکے کہ بندگان خدا کی کثیر تعداد اس طلسماتی جہاں اور عالم خواب کے نشے میں سرشار رہتی ہے۔"(۱۵)

مجموعی طور پہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس فینٹسی ناول میں کردار نگاری کی بدولت چار چاند لگے ہیں۔اس ناول کے تین مرکزی کردار ہیں جبکہ کچھ ذیلی کردار بھی ہیں جیسے شداد پشمی اور رزم حنائی وغیرہ۔ تمام کے تمام کردار چاکی واڑہ کی تہذیب سے پھوٹے ہیں۔تینوں مرکزی کردار ایک دوسرے کو سپورٹ کرتے ہیں۔ان میں تحرک ہے، زندگی کی رمق ہے اور زندگی کے کوندے لپک رہے ہیں۔

راوی کا نام اقبال چنگیزی ہے جو کہ ایک بیکری کا مینجر ہے بہت صاف گو آدمی ہے۔ادیب پرست ہے ہر نئے اور اچھا لکھنے والے کو دوست بنانا اس کی عادت ہے قربان علی کٹار جو کہ ایک نسولسٹ ہے اسکو بھی چنگیزی نے اسی چکر میں دوست بنالیا ہے لیکن بعد میں یہ دوستی جس طرح گلے پڑ جاتی ہے اسکو ناول نگار نے بڑے ہی مزاحیہ انداز میں بیان کیا ہے۔

قربان علی کٹار عاشق مزاج شخص ہے۔وہ ہر عشق میں ناکام ہوتا ہے اپنے بارھویں عشق میں پروفیسر شہسوار کی خدمات لیتا ہے۔پروفیسر شہسوار ایک چرب زبان کردار ہے۔اسی چرب زبانی کی بدولت اسکا پیری مریدی کا دھندہ خوب زوروں پر ہوتا ہے۔جبکہ اس کے مقابل قربان علی کٹار ایک بے ضرر اور بھولا بھالا انسان ہے۔چنگیزی کا کردار ایک کاروباری شخص کا ہے جو سچا اور کھرا ہے۔ ضمنی کرداروں میں شداد پشمی رزم حنائی، رضیہ اور اس کا باپ قصائی شامل ہیں۔رضیہ کا باپ جو کہ قصاب کا دھندہ کرتا ہے وہ کٹار کو ناپسند کرتا ہے اس کو کٹار کی صورت ہی پسند نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب کٹار اقبال چنگیزی کے مشورے پہ عمل کرتے ہوئے اس کے باپ کے پاس رضیہ کے رشتے کے لیے جاتا ہے تو وہ نہ صرف ناراض ہوتا ہے بلکہ کٹار کی خوب بے عزتی بھی کرتا ہے۔

یہ سارے کے سارے کردار چاکی واڑہ کی مخصوص تہذیب و ثقافت کے نمائندہ ہیں، اور ان کرداروں نے اور ان کرداروں کی پیشکش نے ناول کی فکر کو متمتع کیا ہے۔اردو ادب میں بہت سارے کردار ایسے ہیں جو مخصوص علاقائی تہذیب و ثقافت کے نمائندے بن گئے ہیں، جیسے سرشار کے کردار لکھنوی تہذیب و معاشرت کے کردار ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

میر حسن کی مثنویوں اور میر تقی میر کی مثنویوں کے کردار دہلی کی تہذیب و معاشرت کے نمائندے ہیں۔ اسی طرح چاکی واڑہ بھی کراچی شہر کا ایک علاقہ ہے جہاں کی اپنی ہی تہذیب و ثقافت ہے۔ اس علاقے میں بظاہر بہت رونق اور چہل پہل نہیں ہے۔ دہلی کی "آتیاں جاتیاں" والی بات نہیں ہے لیکن ناول کے کرداروں کی چہل پہل اور زندگی سے بھرپور حرکات و سکنات نے چاکی واڑہ کی تہذیب کے ان نمائندوں کو نمایاں تر کر دیا ہے، اور مزاح کے رنگوں میں اضافہ کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات از ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، ادارہ فروغ اردو قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۸، ص ۲۰۲

۲۔ انور سدید (تبصرہ نگار) اوراق (سرگودھا: شمارہ نمبر ۱۔ ۱۹۲۵) ص ۲۹۴

۳۔ محمد خالد اختر، شخصیت و فن، از ڈاکٹر اشفاق احمد ورک، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۲۰۰۵، ص ۵۷

۴۔ "چاکی واڑہ میں وصال" از محمد خالد اختر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶، ص ۶

۵۔ ایضاً، ص ۲۳

۶۔ ایضاً، ص ۲۱

۷۔ ایضاً، ص ۳۵

۸۔ ایضاً، ص ۳۸

۹۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۰۔ محمد خالد اختر، شخصیت و فن، ص ۶۰

۱۱۔ چاکی واڑہ میں وصال از خالد اختر، ص ۱۸۳

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۱۵۔ مظہر جمیل، نیرنگ محمد خالد اختر، مکالمہ (کراچی، اکادمی بازیافت، کتابی سلسلہ: ۸ جولائی ۲۰۰۱ جون ۲۰۰۲) ص ۳۶۲